اسلام کے نزدیک انسان اور غیر انسان میں فرق کرنے والی چیز خدا تعالیٰ کی عطا کردہ قوت دعا ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۵؍اکتوبر ۱۹۷۴ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہد وتعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے یہ آیات تلاوت فرمائیں:-

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۵﴾

(بنی اسرائیل: ۴۵)

اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ (البقرۃ: ۱۸۷)

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ (النمل: ۶۳)

قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ ۚ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا ﴿۷۸﴾

(الفرقان: ۷۸)

پھر حضور انور نے فرمایا:-

اِس سے قبل (بعض خطبات میں) مَیں تین ایسی باتیں بیان کر چکا ہوں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم میں یہ فرمایا ہے کہ ان کے کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ پیار نہیں کرتا۔ ایسے اعمال کے نتیجہ میں لوگ اللہ تعالیٰ کے غضب کو مول لیتے ہیں اور پچھلے خطبہ میں دو باتیں مَیں نے ایسی بیان کی تھیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ فرمایا ہے کہ یہ ایسے

اعمال ہیں جو اللہ تعالیٰ کو محبوب اور پیارے ہیں۔ ان پر عمل کرنے والے اللہ تعالیٰ کی محبت اور رضا کو حاصل کرتے ہیں۔

آج مَیں ایک تیسری بات بیان کرنا چاہتا ہوں جس کے متعلق قرآن کریم نے بتایا ہے کہ اس کام کے کرنے سے اور اس عمل کے بجا لانے سے انسان اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کا پیار اور اس کی رضا حاصل کر لیتا ہے اور اس کے متعلق خدا تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ اس کا ایک پہلو ایسا ہے جس میں ہر مخلوق شامل ہے اور اس کا ایک پہلو ایسا ہے جو انسان کو اس کائنات کی ہر دوسری مخلوق سے ممتاز کرنے والا ہے یعنی یہ پہلو انسان اور کائنات کی ہر دوسری مخلوق کے درمیان امتیاز پیدا کرنے والا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ساتوں آسمان اور زمین اور ان کے اندر جو کچھ بھی ہے یعنی انسان اور دوسری سب چیزیں خدا تعالیٰ کی تسبیح اور تحمید کرنے والی ہیں۔ فرمایا:- اِنۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمۡدِہٖ کائنات کی کوئی مخلوق ایسی نہیں ہے کہ جو خدا تعالیٰ کی تسبیح نہ کرتی ہو اُسے پاک نہ قرار دیتی ہو اور اس کی تعریف نہ کرتی ہو اور ہر تعریف زبانِ حال سے اپنے پیدا کرنے والے اللہ کی طرف پھیرتی نہ ہو اِس کائنات میں صرف انسان ہی کا نہیں کرتا بلکہ ہر مخلوق کسی نہ کسی کام پر لگی ہوئی ہے اور اُن کے یہ کام خدا تعالیٰ کی ذات کو پاک بھی قرار دیتے ہیں یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں کوئی نقص نہیں یا کوئی کمزوری نہیں ہے۔

پس جہاں تک تسبیح و تحمید کا تعلق ہے انسان اور غیر انسان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ غیر انسان میں حیوان ہوں، حیوانوں میں چرند، پرند اور درند ہوں یا غیر انسان میں غیر حیوان ہوں مثلاً نباتات ہوں یا جمادات ہوں، نباتات کی اپنی زندگی ہے، جمادات کی اپنی زندگی ہے۔ زمین کی اپنی زندگی ہے۔ ستاروں کی اپنی زندگی ہے۔ ستاروں کے خاندانوں کی اپنی زندگی ہے۔ غرض اِس کائنات میں ہمیں مختلف زندگیاں نظر آتی ہیں اور ہر چیز اپنی زندگی میں خدا تعالیٰ کی تسبیح بھی کر رہی ہے اور اس کی تحمید بھی بیان کر رہی ہے مگر اس زبان میں کر رہی ہے جو انسان کی زبان سے مختلف ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلٰکِنۡ لَّا تَفۡقَهُوۡنَ تَسۡبِیۡحَهُمۡ تم ان کی تسبیح اور تحمید کو سمجھ نہیں سکتے اور اُن کی زبان ہے اطاعت کی اور انسان کی

زبان ہے محبت اور عشق کی اور ان دو زبانوں میں بڑا فرق ہے۔ اطاعت پر مجبور ہو جانا یہ اَور چیز ہے اور خدا تعالیٰ کی محبت میں مست ہو کر اس کے حضور قربان ہو جانا، یہ بالکل اور چیز ہے۔ فرمایا ہر دو یعنی انسان بھی اور غیر انسان بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح بھی کر رہے ہیں اور اس کی حمد میں بھی لگے ہوئے ہیں لیکن جس زبان میں غیر انسان تسبیح وتحمید کر رہے ہیں انسان اس زبان کو سمجھ نہیں سکتا۔ ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فرشتے وہی کچھ کرتے ہیں جس کا ان کو حکم دیا جاتا ہے اور یہی ان کی تسبیح وتحمید ہے۔ وہ خدا کے حکم سے ایک ذرّہ بھی اِدھر اُدھر نہیں ہوتے۔ انہیں جو بھی حکم ہوتا ہے وہ اُسے بجالاتے ہیں۔ وہ حکم عدولی کر ہی نہیں سکتے حکم بجالانے پر وہ مجبور ہیں۔ اسی لئے انسان اپنے علم کے لحاظ سے بھی اور اپنی مخصوص رَو جہد اور مجاہدے کے لحاظ سے بھی فرشتوں سے آگے نکل گیا کیونکہ فرشتوں کی پیدائش اطاعت کے لئے تھی اور انسان کی پیدائش مظہر الوہیت بننے کے لئے تھی یعنی وہ اختیار رکھتے ہوئے رضا کارانہ طور پر اللہ تعالیٰ کی صفات کا رنگ اپنے اُوپر چڑھائے۔

میرے مضمون کا پہلا نکتہ یا پہلا حصّہ یہ ہے کہ انسان اور غیر انسان سب ہی اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتحمید میں لگے ہوئے ہیں۔ وہ اُسے پاک بھی قرار دیتے ہیں اور سب تعریفوں کا مستحق اُسی کو سمجھتے ہیں۔ اگرچہ ہر ایک کی تسبیح وتحمید میں رنگ بدلا ہوا ہے لیکن پھر بھی جہاں تک تسبیح کرنے اور خدا تعالیٰ کی حمد کے گیت گانے کا سوال ہے انسان اور غیر انسان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کی بہت سی آیات میں یہ مضمون بیان ہوا ہے۔ مَیں نے اِس وقت جو چند آیات منتخب کر کے پڑھی ہیں، ان میں سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انسان بھی اور دوسری مخلوقات بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتحمید میں لگے ہوئے ہیں۔ (''مَنْ'' انسان کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ ''مَا'' میں دونوں چیزیں آجاتی ہیں مگر بعض دفعہ مَنْ کے معنے مَا کے بھی ہوجاتے ہیں) اس لئے انسان اور غیر انسان کے متعلق فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بھی کر رہے ہیں اور تحمید بھی کر رہے ہیں۔ جب انسان اور غیر انسان ہر دو خدا تعالیٰ کی حمد بھی بجا لا رہے ہیں اور سُبحان اللہ کہنے والے بھی ہیں تو اس طرح ہر دو میں کوئی فرق نہیں رہتا لیکن میرے مضمون کا دوسرا نکتہ یا دوسرا حصّہ یہ ہے کہ قرآن کریم نے جو چیز نمایاں طور پر بیان کی

ہے اور جو انسان اور غیر انسان میں مابہ الامتیاز ہے، وہ خدا کی محبت کے حصول میں اس کی وہ ایفرٹ (Effort) اور اس کی وہ کوشش اور اس کا وہ مجاہدہ ہے جس کے نتیجہ میں وہ مظہرِ صفات باری بن کر اللہ تعالیٰ کی صفات کا عکس اپنے اندر پیدا کر کے خدا تعالیٰ کا محبوب اور پیارا بندہ بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انسان کے اندر یہی ایک چیز ہے جو فرق پیدا کرتی ہے انسان میں اور حیوانات میں، انسان میں اور نباتات میں، اور انسان میں اور جمادات میں۔ اور یہ شرف انسان کو قوّتِ دُعا کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ طاقت عطا فرمائی ہے کہ وہ اُس کے حضور مُضطر کی حیثیت میں حاضر ہو کر اس سے دعائیں کرے تا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس پر رجوع برحمت ہو اور اس کی دعاؤں کو قبول کرے۔

غرض یہ دُعا اور دُعا کی قبولیّت ہی ہے جو انسان اور ''غیر انسان'' میں فرق کرتی ہے البتہ تسبیح و تحمید میں کوئی فرق نہیں۔ دونوں اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید میں لگے ہوئے ہیں لیکن انسان کے علاوہ دُنیا کی کوئی چیز اپنے لئے دُعا نہیں کر رہی۔ مَیں نے یہ جان کر کہا ہے کہ انسان کے علاوہ دوسری مخلوق اپنے لئے دُعا نہیں کرتی تا کہ کسی عالم کے دماغ میں یہ اعتراض نہ آئے کہ خدا تعالیٰ نے فرشتوں سے انسان کے لئے دُعائیں کرائی ہیں۔ ٹھیک ہے مگر فرشتوں کی دعا اس دعا سے مختلف ہے جو انسان کرتا ہے کیونکہ فرشتوں کی تو خصلت ہی یہ ہے کہ وہ وہی کچھ کریں جو خدا اُنہیں کہے۔ خدا نے کہا کہ میرے بندوں کے لئے دُعائیں کرو۔ اُنہوں نے دُعائیں کرنی شروع کر دیں۔ وہ انکار کر ہی نہیں سکتے۔ اِسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے فرمایا ہے کہ اس معنی میں فرشتہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم کو بہرحال مانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا جو حکم ہوتا ہے وہ اس کے مطابق کام کرتا ہے۔ چنانچہ آپؑ نے فرمایا اِس معنی میں دُنیا کی ہر مخلوق فرشتہ ہے کیونکہ دُنیا کی کوئی بھی مخلوق ایسی نہیں کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے کسی بات کے کرنے کا حکم ہو اور وہ اِباء اور اِستکبار کرے اور کہے کہ اے خدا! مَیں نے تیرا حکم نہیں ماننا۔ جہاں بھی ہمیں اِباء اور اِستکبار نظر آتا ہے وہاں اس لئے نظر آتا ہے کہ جیسا کہ قرآن کریم سے ظاہر ہے شیطان کو یہ اجازت اور ڈھیل دی گئی تھی کہ وہ اِباء اور اِستکبار کرے اور یہ بھی دُعا بہرحال نہیں ہے۔ اِباء ہے اور اِستکبار ہے یعنی ''خدا تعالیٰ کی بات کو نہ ماننا یہ بات مان کر کہ بات نہ مانے۔''

یہ ایک لمبا مضمون ہے اس کی تفصیل میں مَیں اِس وقت نہیں جانا چاہتا بعض لوگوں کے دماغ میں ایک خیال پیدا ہوسکتا تھا اُس کو مَیں نے دُور کرنے کے لئے اشارہ کر دیا ہے۔

بہرحال جو چیز انسان اور غیر انسان میں فرق والی ہے وہ اسلام کے نزدیک قوّت دعا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ طاقت دی ہے اور یہ سمجھ عطا کی ہے اور یہ معرفت بخشی ہے کہ دُعا کے بغیر اس کی زندگی کوئی زندگی نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ وعدہ دیا ہے کہ جب وہ شرائطِ دُعا کے ساتھ خدا کے حضور عاجزانہ طور پر جُھک کر دُعا کرے گا تو وہ اس کی دُعا کو قبول کرے گا یہاں تک کہ اگر وہ نادانستہ طور پر اپنی ہلاکت کے لئے دُعا مانگ رہا ہوگا تب بھی اس کی دُعا قبول کرے گا مگر اس کو ہلاک کرنے کے لئے نہیں بلکہ اِس صورت میں کہ اس کی دُعا اس کے لئے بھلائی کا باعث بن جائے گی۔ مثلاً جس طرح بچّہ آگ کا انگارہ پکڑنے کی کوشش کرتا ہے اسی طرح بہت سارے لوگ خدا تعالیٰ کے حضور ایسی دُعائیں کرتے ہیں جو دراصل اُن کی تباہی کا باعث بننے والی ہوتی ہیں اس لئے بظاہر وہ دُعائیں قبول نہیں ہوتیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اُن کو تباہ نہیں کرنا چاہتا بلکہ اُن کو ہلاکت سے بچانا چاہتا ہے اس لئے ایسی دُعائیں کسی اور رنگ میں قبول ہو جاتی ہیں۔ سچّی بات یہ ہے اور ہر عارف اسے جانتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے حضور شرائط کے ساتھ عاجزانہ اور متضرّعانہ دُعائیں قبول ہو جاتی ہیں قبولیت کے وقت میں فرق ہے۔ قبولیت کی شکل میں فرق ہے لیکن قبولیت میں کوئی شک نہیں ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں دُعا کے متعلق ہمیں بڑی وسیع تعلیم دی ہے اور ہر طرح سے اس کی حکمت سمجھائی ہے۔ مَیں نے اس ضمن میں تین آیات منتخب کی ہیں۔ پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو مخاطب کر کے فرمایا أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ میں ہر پُکارنے والے کی پُکار کو سُنتا ہوں اور اسکی دُعاؤں کو قبول کرتا ہوں بشرطیکہ وہ میرے حضور جُھکے اور مجھ سے دُعائیں کرے۔ إِذَا دَعَانِ میں دراصل شرائطِ دُعا ہی کا ذکر ہے۔ پھر فرمایا فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي انسان کو مَیں نے اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میرے حکم کو مانے اور پھر فرمایا وَلْيُؤْمِنُوا بِي ایمان کے اُن تقاضوں کو بھی پُورا کرے جو مَیں نے قائم کئے ہیں اور ایمان ہے زبان سے اقرار کرنا اور دل سے تسلیم کرنا اور اعمال سے اس اقرار اور تسلیم پر مُہر لگانا۔ پھر اس ضمن میں اللہ تعالیٰ

ایک دوسری آیت میں فرماتا ہے کہ جب ایک مضطر عاجزانہ طور پر اور بڑے اضطرار کے ساتھ خدا کے حضور دُعائیں کرتا ہے تو یَکۡشِفُ السُّوۡٓءَ اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرتا ہے، اس کی دُعاؤں کو قبول کر کے اس کی تکلیف کو دُور کر دیتا ہے اور اس کی بے چینی کو سکون میں بدل دیتا ہے۔ بے چینی کی ایک حالت یہ بھی ہے کہ مثلاً ایک شخص کو ابھی تک خدا کا پیار نہیں ملا یا اُسے خدا کا پیار تو ملا ہے لیکن وہ اس سے زیادہ پیار چاہتا ہے اور اس کے لئے بے چین ہو جاتا ہے تو یہ چیز بھی مضطر کے اندر آ جاتی ہے چنانچہ اگر دُعا میں دل نہیں لگتا۔ رقّت نہیں پیدا ہوتی توجہ نہیں قائم رہتی یا اَور بہت سی وجوہات ہیں جن کو لوگ بیان کرتے رہتے ہیں تو اِس صورت میں یاد رکھنا چاہیئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے دُعا کے میدان میں ایک مبتدی کے لئے بڑی حکیمانہ تعلیم دی ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں:-

از دُعا کن چارۂ آزارِ انکارِ دُعا چُوں علاجِ مَے زمَے وقتِ خمار والتہاب

فرمایا اگر انسان میں دُعا سے انکار یا دُعا سے بے رغبتی پیدا ہو جائے تو اس بیماری کا علاج دُعا سے کرو اور یہ علاج اسی طرح ہوگا جس طرح ایک دنیادار شرابی جب اس کی شراب کا نشہ ٹوٹ جائے اور خمار پیدا ہو تو اس کی تکلیف کا مداوا شراب سے کر لیتا ہے۔ اسی طرح تم دُعا سے انکار اور دُعا سے بے رغبتی سے بچنے اور دُعا میں اَور زیادہ توجہ کو قائم کرنے کے لئے دُعائیں کرو اور بہت دُعائیں کرو۔ اس کے علاوہ اَور کوئی علاج نہیں ہے۔ یہ ایک گہرا نکتہ ہے اور ایک بہت بڑی حقیقت ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا اور اسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے قرآن کریم کی روشنی میں واضح کیا ہے اور فرمایا ہے کہ تم خدا کے حضور یہ دُعا کرو کہ وہ صحیح شرائط کے ساتھ اور پوری رغبت کے ساتھ اور پوری توجہّ کے ساتھ دُعا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

پس خدا تعالیٰ نے انسان کو جو قوّت دُعا عطا کی ہے اور اُسے دُعا کی جو سمجھ بخشی ہے اور دُعا کی جو معرفت دی ہے اور انسان کے اندر وصلِ الٰہی کے لئے جو ایک بے چینی اور جذبہ پیدا کیا ہے یہی انسان اور غیر انسان میں مابہ الامتیاز ہے نہ صرف یہی بلکہ جب انسان صحیح حالت میں خدا کے حضور جُھکتا ہے تو وہ اپنے فضل سے اس کی دُعا کو قبول کر لیتا ہے اور یہ بھی انسان

اور اس کے غیر میں بہت بڑا امتیاز پیدا کرنے والی بات ہے۔ اُمتِ محمدیہ میں مختلف مقامات پر بعض ایسے لوگ بھی پیدا ہوتے رہے جنہوں نے اپنی بدقسمتی سے یہ کہہ دیا کہ دُعا کا قبولیت دُعا کے ساتھ کوئی تعلق نہیں یہ تو ایک عبادت ہے اور بس۔ دراصل عبادت اَور چیز ہے اور خدا تعالیٰ کی رضا اور محبت کو پالینا اَور چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور تحمید میں تو ہر غیر انسان بھی شامل ہے۔ ایک کُتّا بھی اپنی زبان میں خدا کی تسبیح کر رہا ہے یعنی کُتے کی پیدائش اور اُس کے کاموں میں کوئی ایسی چیز ہمیں نظر نہیں آتی جس کے نتیجہ میں ہم اللہ تعالیٰ کو ہر عیب سے پاک سمجھنے میں کوئی روک دیکھیں۔ اپنے کام کے لئے وہ ایک پرفیکٹ (Perfect) یعنی کامل چیز ہے۔ اس کے ذمہ کام تھا مثلاً انسان کی حفاظت کے لئے بیدار رہنے کا کام۔ وہ یہ کام کرتا ہے۔ اسی طرح اس کے ذمہ یہ کام تھا کہ انسانوں کی غذا کے لئے بعض رقبہ پر شکار پکڑے اور اس رنگ میں بھی بڑا اچھا کام کرتا ہے۔ قرآن کریم کہتا ہے کہ سدھائے ہوئے کُتے تمہارے لئے جو شکار پکڑیں اس کے کھانے کی تمہیں اجازت ہے۔ مَیں نے مثالاً دو باتوں کا ذکر کیا ہے۔ ہوسکتا ہے کُتے کے ذمہ اور بھی کام ہوں کیونکہ خدا تعالیٰ کی مخلوق اور اس کے کام میں کوئی شخص حدّ بندی نہیں کرسکتا۔ پس ہم کہہ سکتے ہیں کہ جس کام کے لئے کُتے کو پیدا کیا گیا ہے وہ اُسے کر رہا ہے۔ اسی طرح جس کام کے لئے سانپ کو پیدا کیا گیا ہے وہ بھی اُس کام کو کر رہا ہے۔ ہماری بہت سی بیماریاں سانپ کے زہر سے شفا پاتی ہیں۔ اس کے اَور بھی بہت سے فائدے ہیں۔

پس کائنات کی بے شمار چیزوں میں سے مَیں نے اس وقت دو کا نام لیا ہے۔ ایک کُتا ہے جس کی گندگی کی وجہ سے کراہت آتی ہے اور ایک سانپ ہے جو ہمارا دشمن ہے اور بڑا زہریلا ہے اور بہت سے انسانوں کو ان کی غفلت کے نتیجہ میں مار بھی دیتا ہے مگر خدا تعالیٰ نے کب کہا تھا کہ تم غافل ہو کر سانپ سے ڈسوالو یہ تو ہماری کمزوری ہے۔ کئی آدمی بھوک ہڑتال کرتے ہیں اور مرجاتے ہیں لیکن یہ تو نہیں کہ خدا تعالیٰ نے کھانے کا حکم نہیں دیا انسان پاگل ہو کر کھانا چھوڑ دے اور اپنا جسم نہ پالے تو اس کا اعتراض اللہ تعالیٰ پر تو نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح انسان اگر غافل ہو کر خود کو سانپ سے ڈسوالے تو اس کا خدا پر اعتراض نہیں پڑتا۔ تاہم سانپ کو ڈسنے کے لئے پیدا نہیں کیا گیا ورنہ ہر سانپ ڈس رہا ہوتا یعنی اگر اس غرض کے

لئے اللہ تعالیٰ سانپ کو پیدا کرتا کہ وہ انسان کو ڈس لے یا اُسے کاٹ کھائے تو ہر سانپ خدا تعالیٰ کا حکم مان کر انسان کو ڈس رہا ہوتا لیکن ایسا نہیں ہوتا بلکہ وہ تو بعض دفعہ انسان کا اس طرح کہنا مانتا ہے کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کی بات ہے۔ سندھ کے علاقے شروع شروع میں آباد ہونے لگے تھے پنجاب کے کئی لوگوں نے جا کر سندھ کی بڑی خدمت کی ہے چنانچہ انہی دنوں ''وِنجواں'' (گاؤں) کے ایک دوست جو صحابی تھے، ان کے کچھ غیر احمدی رشتہ دار بھی وہاں چلے گئے تھے۔ انہوں نے وہاں سے لکھا کہ اس علاقے میں سانپ بہت ہیں بعد میں جب انجمن نے وہاں زمینیں لیں۔ تحریک نے زمینیں لیں۔ حضرت صاحب نے زمینیں لیں اور بھی بہت سے احمدیوں نے وہاں زمینیں لیں تب بھی شروع شروع میں وہاں سانپ بہت تھے مگر آہستہ آہستہ آبادی کے ساتھ کم ہوتے چلے گئے لیکن مَیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کی بات کر رہا ہوں اور ''ونجواں'' کے ایک بزرگ کا واقعہ بتا رہا ہوں کہ اُن کے غیر احمدی رشتے دار جو سندھ میں جا کر آباد ہو گئے تھے اُن کے آپس میں جھگڑے پیدا ہو گئے اور اُن کو چونکہ خدا تعالیٰ نے سمجھ اور عقل اور دیانت عطا فرمائی تھی اس لئے غیر احمدی بھی انہی سے فیصلے کروایا کرواتے تھے چنانچہ انہوں نے لکھا کہ اس اس طرح ہمارے درمیان فساد جھگڑے پیدا ہو گئے ہیں تم آ کر ہمارے جھگڑے دُور کرواؤ مگر چونکہ ان کو خبریں آ رہی تھیں کہ وہاں بہت سانپ ہوتے ہیں اور یہ سانپوں سے بہت ڈرتے تھے اس لئے وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ عرض کیا۔ کہنے لگے حضور اگر مجھے کوئی کہہ دے سانپ! تو مَیں تو ڈر کے مارے چھلانگ لگا کر چارپائی پر چڑھ جاتا ہوں۔ سانپ کو دیکھنا تو درکنار سانپ کے متعلق آواز سُن کر ڈر جاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تم سندھ چلے جاؤ۔ تمہیں سانپ سے ڈر نہیں لگے گا بلکہ سانپ تم سے ڈریں گے۔ وہ چونکہ بڑے مضبوط ایمان والے صحابی تھے۔ وہ حضور کے ارشاد پر سندھ چلے گئے۔ تربیت یافتہ ذہن تھا۔ میرا بھی ان سے واسطہ پڑا ہے۔ وہ بتایا کرتے تھے کہ مَیں اتنا نڈر ہو گیا تھا کہ کئی دفعہ ایسا بھی ہوا کہ مَیں نے سانپ دیکھا۔ مَیں اپنے رستہ پر چل رہا ہوتا اور

سانپ آگے آگے بھاگ رہا ہوتا تھا۔ ایک دفعہ مَیں بھی یہاں اپنی زمینوں پر پھر رہا تھا کہ یکدم آواز آئی سانپ! مَیں چوکنّا ہوگیا اور دیکھتا رہا۔ ذرا آگے گیا تو ایک سانپ نظر آیا۔ مَیں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ مجھے تو فلاں جگہ سے آواز آئی تھی وہ کہنے لگے آپ تو آگے آگے تھے، وہاں بھی ہم نے ایک سانپ مارا ہے۔ پس نہ صرف یہ کہ سانپ کو ڈسنے کا حکم نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے پیار کا اظہار کرتے ہوئے وقت سے پہلے تنبیہہ بھی کر دیتا ہے کہ یہاں سانپ ہے، اس سے بچو۔ ورنہ اگر سانپ کو حکم ہوتا انسان کو ڈسنے کا تو اُس نے تو حکمِ الٰہی کو بہرحال ماننا تھا۔ غرض مَیں یہ بتا رہا ہوں کہ سانپ کو ڈسنے کا حکم نہیں ورنہ سارے سانپ انسان کو ڈسا کرتے ۔ میرے خیال میں شاید لاکھ میں سے ایک سانپ ڈستا ہوگا یورپ نے یہ ریسرچ کی ہے کہ جن لوگوں کو سانپ ڈس لیتے ہیں (اور اس سے وہ مرجاتے ہیں) اُن میں سو میں سے ایک آدمی ایسا ہوتا ہے جس کو زہریلا سانپ کاٹتا ہے۔ اکثر سانپ ایسے ہوتے ہیں جن میں زہر ہی نہیں ہوتا ہے مگر ایسے سانپوں سے ڈسے ہوئے لوگوں میں سے بھی کچھ مر جاتے ہیں۔ زہر کی وجہ سے نہیں بلکہ دہشت سے اُن کی حرکتِ قلب بند ہو جاتی ہے۔ اگر ایسے لوگ خدا تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں اور ڈریں نہیں تو اُن کی جان کو کوئی خطرہ نہیں ہوتا۔

بہرحال سانپ کو اللہ تعالیٰ نے اس لئے پیدا نہیں کیا کہ وہ مظہرِ صفات باری بنے اور نہ کُتّے کو اس لئے پیدا کیا گیا ہے کہ وہ صفات الٰہیہ کا مظہر بنے لیکن وہ خُدا کی مخلوق ہے اُسے جو خدا تعالیٰ کہتا ہے وہی کرتا ہے۔ اُس کے حکم سے ایک ذرّہ بھر اِدھر اُدھر نہیں ہوسکتا مگر انسان اشرف المخلوقات ہے۔ اُسے خدا تعالیٰ نے دُعا کرنے کی طاقت بھی دی ہے اور یہ اختیار بھی دیا ہے کہ چاہے تو وہ دُعا کرے اور چاہے تو نہ کرے لیکن اگر وہ دُعا کرتا ہے اور شرائط دُعا کے ساتھ خدا تعالیٰ کے حضور جُھکتا اور دُعا کرتا ہے تو اس کی قبولیت کا اُسے وعدہ بھی دیا گیا ہے تاہم ساتھ ہی اُسے یہ انذار بھی کیا ہے کہ اگر تم شرائط دُعا پوری نہ کرو گے اور میرے پیار کے حصول کے لئے پورے انہماک اور پوری توجہ سے اور انتہائی پیار کے ساتھ دعائیں نہ کرو گے تو میں تمہاری دُعاؤں کو قبول نہیں کروں گا۔ خدا تعالیٰ نے ایک عاجز انسان کو یہ چیز دے کر درحقیقت اس پر اتنا احسان کیا ہے کہ وہ اس کا اندازہ نہیں لگا سکتا۔ آخر انسان ہے کیا چیز۔

ایک ذرّہ ناچیز، مگر خدا تعالیٰ نے اُسے فرمایا کہ جب تو میرے پیار میں مست ہو کر مجھے پُکارے گا تو مَیں تیرے ساتھ پیار کروں گا اور تیری پُکار کا جواب دونگا۔ جیسا کہ مَیں بتا چکا ہوں امّت محمدیہ میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے ہیں جنہوں نے یہ کہا کہ دُعا قبول نہیں ہوتی بلکہ جس طرح ہم الحمدللہ کہتے ہیں یا جس طرح سُبحان اللہ کہتے ہیں، اسی طرح ہم دُعا کرتے ہیں۔ یہ عبادت ہے اور بس۔ اس کا قبولیت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ لیکن اگر یہ اسی طرح عبادت ہے جس طرح تسبیح وتحمید عبادت ہے تو پھر تو انسان اور غیر انسان میں کوئی فرق ہی نہیں رہتا۔ یہی تو ایک بنیادی فرق ہے کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو ایسی بہت سی قوّتیں عطا کیں (جن میں ایک بنیادی قوّت دُعا کرنے کی قوّت ہے) انسان کے علاوہ دوسری مخلوق اِن قوتوں سے محروم ہے۔ وہ نہ دُعائیں کرتی ہے اور نہ خدا تعالیٰ کے حضور عاجزانہ طور پر جُھکتی ہے یعنی رضا کارانہ طور پر اختیار رکھتے ہوئے مگر انسان کو تو اللہ تعالیٰ نے ہر دو اختیار دیئے ہیں دُعا کرنے کا بھی اور دُعا نہ کرنے کا بھی۔ نمازیں پڑھنے کا بھی اور نمازیں نہ پڑھنے کا بھی۔ اعمال صالحہ بجالانے کا بھی اور اعمال سیّئہ کا مرتکب ہونے کا بھی۔ مگر انسان جب ان دونوں اختیارات میں سے صراط مستقیم کو اختیار کرتا ہے اور خدا تعالیٰ کے فضلوں کے حصول میں بڑی کوشش کرتا ہے اور سخت تکلیف اٹھاتا ہے اور انتہائی جہد وجہد کرتا ہے تو خدا تعالیٰ کے پیار کی آواز اس کے کان میں پڑتی ہے اور خدا تعالیٰ کی برکات اور اُس کی رحمتیں اُسے حاصل ہوتی ہیں تب وہ ایک ایسا ممتاز اور صاحبِ فرقان انسان بن جاتا ہے کہ دُنیا اُسے دیکھ کر حیران رہ جاتی ہے لیکن ایسے لوگ بھی پیدا ہوئے جنہوں نے دُعا کی قبولیت سے انکار کیا مثلاً سرسید بھی انہی لوگوں میں سے ایک تھے گو انہوں نے تعلیمی میدان میں (دنیوی تعلیم پھیلانے میں) مسلمانوں کی بڑی خدمت کی ہے لیکن روحانی میدان میں انہوں نے یہ کہہ دیا کہ دُعا کوئی چیز نہیں ہے۔ ان کے نزدیک گویا دُعا تو اسی طرح ہے جس طرح الحمدللہ کہہ دیا یا سُبحان اللہ پڑھ دیا جس کا مطلب یہ ہے کہ دُعا اسی طرح ہے جس طرح خدا تعالیٰ کی ہر دوسری مخلوق تسبیح وتحمید کر رہی ہے۔ لیکن قرآن کریم تو یہ کہہ رہا ہے۔ قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ کہ اگر انسان کو دعا کرنے کی قوت نہ دی جاتی اور دُعا کرنے یا نہ کرنے کا اختیار نہ دیا جاتا اور انسان

دُعا نہ کرنے کے اختیار کو چھوڑ کر دُعا کرنے کی طرف متوجہ نہ ہوتا اور خدا تعالیٰ کو نہ پکارتا تو خدا تعالیٰ کو اس کی کیا پرواہ ہے؟ خدا تعالیٰ نے اپنی کسی اور مخلوق یا کسی اور جانور سے اس طرح اپنے غصہ کا اظہار نہیں فرمایا کہ اگر وہ خدا کی تسبیح نہ کرے اور اس کی تحمید نہ کرے تو خدا کو اس کی کیا پرواہ ہے؟ اور یہ اس لئے کہ خدا تعالیٰ نے ان کو بنایا ہی اس صورت میں ہے کہ وہ بہرحال تسبیح وتحمید کرتے ہیں ان کو یہ اختیار ہی نہیں دیا گیا کہ وہ کسی وقت تسبیح اور تحمید کو چھوڑ دیں لیکن انسان کو خدا نے یہ کہا ہے کہ اگر تُو صاحب اختیار ہونے کے نتیجہ میں میرے قُرب کی راہوں کو تلاش کرنے کی بجائے اور اُن کے حصول کے لئے قربانیاں دینے کی بجائے دُعا کرنے سے لاپرواہ ہو جائے گا اور دُعا کرنے میں رغبت نہ ہوگی اور خدا کی رضا حاصل کرنے کی طرف متوجہ نہ ہوگا تو مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ اللہ تعالیٰ کو تمہاری کیا پرواہ ہے۔ غرض قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ کی آواز انسان کے سوا کسی اور مخلوق نے نہیں سُنی لیکن اس کے ساتھ اور اس کے پہلو میں وہ عظیم بشارت بھی ہے کہ اگر تم دُعا کرو گے تو تمہارا قادر وتوانا خُدا جو تمہارا خالق اور مالک ہے، وہ تمہاری پرواہ کرے گا کتنا حسین کلمہ ہے جس میں خدا تعالیٰ کی محبت پنہاں ہے اور یہی وہ تیسری بات ہے جس کے متعلق میں نے اس خطبہ کے شروع میں کہا تھا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم دُعائیں کرو تا میرا پیار تمہیں حاصل ہو، دُعائیں کرو تا میری آواز سنو! دُعائیں کرو تا میری قدرت کے معجزات دیکھو۔ دُعائیں کرنے سے لاپرواہ نہ ہو جاؤ ورنہ تمہارے کان میں میرے غضب کی وہ آواز آئے گی جو کسی اور مخلوق مثلاً کُتّے اور سُور نے بھی نہیں سنی ہوگی۔ کبھی کُتّے، گھوڑے، بیل اور بکری کے کان میں یہ آواز نہیں آتی اور نہ ہی خاردار جھاڑیوں یا کیکر کے درختوں نے جن کے لمبے لمبے کانٹے ہوتے ہیں، یہ آواز سُنی ہے کہ۔ قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ۔

غرض انسان کے علاوہ دوسری مخلوق میں سے کسی کے کان میں یہ آواز نہیں پڑی کہ اگر تم دُعا نہیں کرو گے تو خدا تمہاری کیا پرواہ کرے گا لیکن انسان کے کان میں یہ آواز پڑی اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل انسان کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مخاطب کر کے فرمایا:۔ قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ اس سے انسان کا اتنا بڑا امتیاز قائم

کر دیا اور اُسے اتنی عظیم بشارت دی کہ انسان خُدا تعالیٰ کی محبت میں دیوانہ ہو جاتا ہے اور خشیۃ اللّٰہ سے اُس کے جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ یہ کپکپاہٹ اور خشیت دراصل الٰہی پیار کے نتیجہ میں بھی پیدا ہوتی ہے۔ اسے اہتزاز کہتے ہیں۔ انسان کے جسم میں سر سے پاؤں تک محبت کی ایک لہر اٹھتی ہے جو اس کے جسم اور روح کے گوشہ گوشہ میں سرور بھر دیتی ہے گویا اللہ تعالیٰ نے انسان سے یہ کہا کہ اگر تم شرائط کو پورا کرتے ہوئے میرے حضور عاجزانہ جُھکو گے تو مَیں تم پر رجوع برحمت ہوں گا۔ یہ کتنا ہی پیارا فقرہ ہے جو قرآن کریم کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہمارے کان میں پڑا۔

پس ہر احمدی کو آج اس دنیا میں یہ موقع ملا ہے کہ وہ دُعائیں کرے اور پھل پائے کیونکہ وہ اس مہدی معہود علیہ السلام پر ایمان لایا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق ایمان کو ثریا سے زمین پر لانے والے ہیں حضرت مہدی معہود علیہ السلام نے ہمیں بار بار اور بڑی وضاحت اور تفصیل کے ساتھ یہ بتایا ہے کہ دُعا بہت بڑا اثر رکھتی ہے۔ دُعا اللہ تعالیٰ کے پیار کو کھینچنے والی ہے شاید ہی کوئی احمدی ہوگا جس نے دُعاؤں کے اثر کو اپنی زندگی میں نہ دیکھا ہو ظاہر ہے اگر کوئی ایسا ہے تو وہ نہایت ہی بدقسمت اور بدبخت ہے۔

غرض احباب جماعت کو مَیں یہ نصیحت کرتا ہوں کہ دیکھو! دُعاؤں کے رنگ میں اتنی بڑی بشارت تمہیں دی ہے تم اس سے فائدہ اٹھاؤ اور دُعاؤں میں لگ جاؤ اور اس طرح دُعائیں کرو کہ خدا تعالیٰ کی آواز نہ صرف بشارت کے رنگ میں بلکہ عملاً تمہارے کانوں میں آئے کہ تمہیں (کسی کی اور) کیا پرواہ ہے۔ مَیں جو تمہاری پرواہ کرنے والا ہوں۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲۳ ؍نومبر ۱۹۷۴ء صفحہ ۲ تا ۶)

❀❀❀